شاہد حسین رزاقی

اسلام اور معاشی انصاف

اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں صنعت وحرفت کی غیر معمولی ترقی کی وجہ سے یورپ میں جو صنعتی انقلاب رونما ہوا اس نے افکار ونظریات پر گہرا اثر ڈالا اور معاشرتی نظام میں ایک ہمہ گیر انقلاب پیدا ہوگیا۔ معاشیات کو روز افزوں اہمیت دی جانے لگی اور معاشی انصاف کو حکومت کا ایک بنیادی فرض قرار دیا گیا۔ چنانچہ معاشی انصاف کے اسی تصوّر پر مبنی مختلف اور متضاد سیاسی نظریات بھی پیش کئے گئے جن کا مقصد انفرادی واجتماعی معاشی مفاد کا تحفظ تھا۔ انفرادیت، اشتراکیت، اشتمالیت اور دیگر نظریات کے حامی مفکّرین نے اسی مسئلہ کو حل کرنے کی کوششیں کیں اور معاشی نظریات حکومت وسیاست پر اثر انداز ہونے لگے۔ نئے افکار کا رجحان معاشی عدل و مساوات کی طرف ہے اور معاشرہ کی فلاح و ترقی کے لئے معاشی استحصال کے تمام امکانات کو ختم کرکے معاشی جمہوریت کا تحفّظ لازمی تصور کیا جاتا ہے۔

انسانی زندگی کے اس اہم پہلو پر مغرب کے مفکّرین نے انیسویں صدی میں توجّہ کی۔ لیکن اسلام نے معاشری فلاح و بہبود کے دوسرے پہلوؤں کی طرح معاشی انصاف کے تصوّر کو بھی صدیوں پہلے پیش کیا اور عدل کا اسلامی تصوّر اس کے سیاسی اور معاشرتی نظام کی طرح معاشی نظام میں بھی روبہ عمل لایا گیا۔ اسلام کا اقتصادی نظام عدل، معاشری توازن اور فلاح وبہبود عامہ کے اسلامی مقاصد پر مبنی ہے۔ اسلام انصاف نواز اعتدال پسند ہے۔ وہ نہ تو مغربی ممالک کی جیسی سرمایہ داری کا حامی ہے اور نہ روس جیسی اشتمالیت کا۔ مغربی سرمایہ داری جائز وناجائز کا لحاظ کئے بغیر دولت پیدا کرتی اور کثیر دولت کو ایک چھوٹے سے طبقہ میں محدود کردیتی ہے۔ اور روسی اشتمالیت ذاتی ملکیت کے حق کو مطلق تسلیم نہیں کرتی اور اجتماعی مفاد کے نام پر فرد سے بے انصافی کرتی ہے۔ اس کے برعکس اسلام جائز طریقوں سے زیادہ دولت پیدا کرنے کی ترغیب تو دیتا ہے لیکن اس دولت کو کسی محدود طبقہ میں جمع نہیں رکھتا۔ نیز فرد کی ذاتی ملکیت کو تو تسلیم کرتا ہے لیکن اجتماعی مفاد کو نظر انداز نہیں کرتا۔ چنانچہ وہ ایسی پابندیاں لگا دیتا ہے کہ فرد کی دولت اور ملکیت دوسرے افراد یا جماعت کے معاشی استحصال کا ذریعہ نہ بن سکیں۔ اسلام دولت کی اہمیت اور افادیت کو پوری طرح ملحوظ رکھتا ہے۔

اس کے نزدیک دولت بجائے خود کوئی مقصد نہیں ہے بلکہ حصول مقاصد کا ذریعہ ہے۔ اور اسی لئے وہ یہ چاہتا ہے کہ مقاصد اعلیٰ ہوں۔ اور دولت کو جو حصولِ مقصد کے لئے بہت بڑی اور مؤثر قوت ہے اس طرح کام میں لایا جائے کہ وہ معاشرہ کے لئے نقصان رساں اور تباہ کن نہ ہو سکے۔

اسلام کے اقتصادی اصولوں کا مقصد معاشرہ میں معاشی انصاف اور توازن وہم آہنگی قائم کرنا اور معاشی دولت کو تمام لوگوں کے فائدہ کے لئے کام میں لانا ہے۔ اور دولت کی پیدائش، تقسیم اور صرف کے جو اصول بنائے گئے ہیں ان کا مقصد قرآن کریم نے بھی یہی بتلایا ہے کہ دولت معاشرہ کے زیادہ سے زیادہ افراد میں پھیلے اور گردش کرتی رہے اور کسی محدود طبقہ کے پاس ہی جمع نہ ہو جائے۔

لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم۔ ایسا نہ ہو کہ دولت صرف دولت مندوں میں محدود ہو جائے۔

اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اسلام نے جو نظریات پیش کئے ہیں ان کا بنیادی تصور یہ ہے کہ تمام معاشی دولت کا حقیقی مالک اللہ تعالےٰ ہے۔ اور اللہ کی یہ ملکیت انسان کے پاس امانت ہے۔ چنانچہ انسان کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ اس امانت سے اس کے مالکِ حقیقی کے منشاء کے مطابق فائدہ اُٹھائے۔ ملکیت کا یہ تصوّر بھی دراصل اسلامی مملکت میں اقتدار اعلیٰ کے تصوّر پر ہی مبنی ہے۔ اور اللہ کے سیاسی اقتدار کی طرح اس کے معاشی اقتدار کے نتائج بھی جمہوری و منصفانہ اور فلاح و بہبود عامہ کے ضامن ہیں۔

اس نظام میں معاشی دولت کی دو قسمیں ہیں۔ اجتماعی اور انفرادی۔ زمین، معدنیات، دریا اور دوسرے تمام قدرتی وسائل اجتماعی دولت ہیں جن کا حقیقی مالک اللہ ہے۔ کیونکہ اسی نے ان کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی یہ دولت اللہ کے نائب کے پاس امانت ہے۔ اور حکومت یا خلافت کا فرضِ منصبی یہ ہے کہ وہ ان وسائل دولت سے کام لینے کا انتظام اس طرح کرے کہ سب اس سے مناسب فائدہ اُٹھا سکیں۔ انفرادی دولت فرد کی ملکیت ہوتی ہے کیونکہ وہ اس کو کماتا ہے۔ لیکن یہ دولت بھی درحقیقت اللہ کا عطیہ ہے اسلئے فرد پر یہ لازم کر دیا گیا ہےکہ وہ اللہ کی عطا کی ہوئی اس دولت میں سے کچھ حصّہ دیگر افراد معاشرہ کو بھی دے۔

مختلف معاشی نظاموں اور نظریات میں زمین کو ہمیشہ بنیادی اہمیت حاصل رہی ہے۔ یہ ایک اہم ترین عامل پیدائش ہے۔ زرعی معاشرہ کے آغاز سے موجودہ دور تک کسی زمانہ میں بھی زمین کی اہمیّت کم نہیں ہوئی۔ اور اس پر قبضہ کرنے کے لئے افراد و اقوام کی کوششیں جنگ و جدال کا سبب بنی رہیں۔ زمین پر قبضہ کرنے کا نتیجہ افراد و اقوام کے معاشی و سیاسی استحصال کی شکل میں نکلا۔ اور سامراج اور جاگیرداری درحقیقت زمین پر قبضہ کرنے کی کوششوں ہی کی پیداوار ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ دوسرے افراد اور اقوام کو اللہ کی عطا کی ہوئی اس دولت سے فائدہ اُٹھانے کے حق سے محروم کر دیا جائے۔ اور غاصب اقوام و افراد ان کا استحصال کر کے اپنی دولت و قوت میں اضافہ کریں۔ اسلام نے اس بنیادی

خرابی کو دور کرنے کے لئے زمین کو اجتماعی دولت قرار دیا جس سے جائز فائدہ اُٹھانے کا حق سب کو حاصل ہے چنانچہ قرآن پاک میں یہ واضح فرما دیا گیا کہ زمین کا مالک اللہ ہے اور یہ مخلوقِ خدا کے فائدہ کے لئے بنائی گئی ہے۔ نیز زمین کے اندر جو دولت اور سامانِ معیشت ہے وہ بھی اللہ نے اجتماعی فائدہ کے لئے پیدا کیا ہے۔

اَلْاَرْضُ لِلّٰہِ	زمین اللہ کی ملک ہے
وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ	اور مخلوق خدا کے فائدہ کے لئے زمین بنائی۔
وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ۔	ہم نے تم کو زمین پر آباد کیا اور اس میں تمہارے لئے معیشت کے سامان رکھ دیئے۔
وَلِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔	آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ کے ہیں۔

زمین اور ارضی دولت کے متعلق قرآن پاک کی اس وضاحت سے صاف ظاہر ہے کہ نہ صرف زمین بلکہ اس کی سطح پر یا اس کے اندر جو دولت ہے وہ سب اجتماعی فائدہ کے لئے ہے اور اس پر افراد کا قبضہ نہیں ہو سکتا۔ افراد اس سے جائز فائدہ تو اُٹھا سکتے ہیں۔ لیکن اس کو معاشی استحصال کا ذریعہ نہیں بنا سکتے۔ ارضی دولت خواہ وہ پیداوار ہو یا معدنیات سب کے فائدہ کے لئے ہے۔ اور جاگیرداری، زمینداری اور اجارہ داری جیسے استحصالی طریقوں کے لئے اسلامی نظام میں کوئی گنجائش نہیں۔ اللہ کی ملکیت اور مخلوق کے فائدہ کے لئے پیدا کی ہوئی دولت افراد کی استحصالی قوت کو بڑھانے کا ذریعہ نہیں بنائی جا سکتی۔ بے کمائی دولت سمیٹنے کے لئے زمین اور ارضی دولت کو افراد کی ملکیت میں نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ یہ دولت اجتماعی فائدہ کے لئے ہے اور اس سے واجبی فائدہ اُٹھانے کا حق ہر شخص کو حاصل ہے۔ اسی تصور کے تحت ارشاد نبویؐ کے بموجب زمین پر زمیندار سے زیادہ حق اس کاشتکار کا ہے جو اس کو سرسبز بناتا ہے۔

ان الارض ارض اللہ والعباد عباد اللہ فمن احی مواتہا فہو احق۔	یہ زمین خدا کی ہے اور بندے بھی اسی کے ہیں۔ لہٰذا جو شخص کسی مردہ زمین کو زندہ کرے اس کا زیادہ حقدار بھی وہی ہے۔

زمین اور ارضی دولت کے متعلق اسلام کے نظریہ نے معاشرہ میں غیر جمہوری طبقہ بندی، معاشی بے انصافی اور فتنہ و فساد کی راہیں بند کرنے کا طریقہ بتلا دیا اور یہ واضح کر دیا کہ اجتماعی فائدہ کی چیزوں پر غاصبانہ قبضہ کر کے بے کمائی دولت سمیٹنے کا اصول معاشرہ کے لئے ہر اعتبار سے نقصان رساں اور تباہ کن ہے۔

اقتصادی نظام میں بے کمائی دولت سمیٹنے اور اس دولت سے دوسروں کا استحصال کر کے فائدہ اُٹھانے کا دوسرا اہم ترین ذریعہ سود ہے۔ اور اسلام نے اس کو بھی ناجائز قرار دیا ہے۔ چنانچہ قرآن میں یہ واضح حکم ہے کہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً	مومنو! سود نہ کھاؤ۔ دوگنا۔ چوگنا۔ بڑھتا ہوا۔

سود کھانے کے طریقہ سے معاشرہ میں مفت خوروں کا طبقہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور تباہ کاری کا رجحان بڑھتا ہے اور جو نظام معاشی توازن کا علمبردار ہو اجتماعی دولت کو فلاح و بہبود عامہ کے لئے صرف کرنے کا حکم دے اور انفرادی دولت میں بھی افراد معاشرہ کا حصّہ رکھے وہ سود کے ذریعہ بے کمائی دولت سمیٹنے اور معاشی استحصال کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اسلامی معاشیات میں دولت کو معاشرہ کے لئے مفید اور منفعت بخش بنانا بنیادی مقصد ہے اور اسی لئے قرآن نے یہ واضح کر دیا ہے کہ :

یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقات۔ — اللہ سود کو مٹاتا اور صدقات کو پرورش کرتا ہے۔

اسلام نے دولت کمانے کے ناجائز طریقوں کو منع کیا ہے لیکن جائز طریقوں سے دولت پیدا کرنے کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ چنانچہ تجارت کرنے کی آزادی دی ہے۔ لیکن تجارت سے بھی ناجائز فائدہ اُٹھانے کی ممانعت ہے۔ کیونکہ یہ معاشرہ کے لئے نقصان رساں ہوتا ہے۔ تاجر تجارت کر کے مناسب منافع کما سکتا ہے۔ لیکن آئندہ زیادہ منافع کمانے کے لئے مال کو روک لینے اور چور بازاری کرنے کی ممانعت ہے۔ ارشاد قرآنی ہے کہ

اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ — اللہ نے بیع کو حلال اور ربوا کو حرام کیا

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ۔ — اے ایمان والو! تم لوگ دولت آپس میں ناجائز طریقوں سے نہ حاصل کرو۔

بیع کاروبار کی جائز اور منفعت بخش صورت ہے اور ربوٰ ناجائز اور مضرت رساں۔ معاشرہ کے لئے جو مفید ہے وہ جائز ہے اور جو مضرت رساں ہے وہ ناجائز ہے۔ اور دولت کمانے کے دوسرے تمام مضرت رساں طریقوں کی بھی ممانعت ہے۔

انفرادی دولت کے متعلق بھی اسلام کا یہ نظریہ ہے کہ اس سے نہ صرف مالکِ دولت بلکہ دیگر افرادِ معاشرہ بھی مستفید ہوں نیز یہ دولت منجمد نہ ہونے پائے۔ اور اس مقصد کے تحت دولت کی تقسیم اور صرف پر بہت زور دیا گیا ہے۔ زکوٰۃ و صدقات اور قانون وراثت کے ذریعہ دولت افرادِ معاشرہ میں تقسیم ہوتی رہتی ہے۔ اللہ کا یہ حکم ہے کہ

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ۔ — اے ایمان والو! جو مال تم کو ہم نے دیا ہے اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو

اور قرآن کے نزدیک مومن کی بڑی صفت یہ بھی ہے کہ وہ

وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ۔ — ہماری دی ہوئی روزی میں سے خرچ کرتے ہیں۔

وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ۔ — اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

زکوٰۃ ایک ایسا ٹیکس ہے جو معاشرہ کے غیر مستطیع افراد کی اعانت کے لئے دولت مندوں سے وصول کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے کہ:

تؤخذ من اغنیاءھم فترد علی فقرائھم۔ (زکوٰۃ) دولت مندوں سے وصول کرو اور محتاجوں میں تقسیم کرو۔
زکوٰۃ کی یہی وہ اہمیت ہے جس کے پیشِ نظر حضورؐ نے نماز کے بعد زکوٰۃ کا درجہ رکھا۔ اور جس کو برقرار رکھنے کے لئے حضرت ابوبکرؓ جیسے نرم مزاج شخص نے آہنی عزم واستقلال کا ثبوت دیا۔

اسلام دولت کو جمع کر رکھنے اور اس کے فوائد سے معاشرہ کو محروم کر دینے کے خلاف ہے۔ اور یہ چاہتا ہے کہ دولت سے سب لوگوں کو فائدہ پہنچے۔ اس لئے قرآن یہ حکم دیتا ہے کہ:

یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو۔ جو تمہاری احتیاج سے زیادہ ہو اس کو صرف کرو۔

دولت کو خدا کی راہ میں صرف کرنے کی تاکید قرآن نے بار بار کی ہے اور غیر مستطیع افراد خاندان کی مدد کرنے کا بھی حکم دیا ہے:

وایتاءذی القربیٰ۔ اور اقربا کو دینا۔

نیز قانونِ وراثت کے ذریعہ بھی دولت کی تقسیم ہوتے رہنے کی صورت نکالی ہے۔ اور ان تمام تدابیر کا مقصد یہ ہے کہ دولت منجمد اور محدود نہ ہونے پائے اور افرادِ معاشرہ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کر سکیں۔ فرد اور جماعت میں دولت کی عادلانہ تقسیم اسلام کا مقصد ہے۔ وہ یہ نہیں چاہتا کہ ایک طرف تو دولت کے سربلند پہاڑ ہوں اور دوسری طرف افلاس کے گہرے غار۔ چنانچہ وہ پہاڑوں کی چوٹیاں تراش کر غاروں کو پاٹ دیتا ہے۔ تاکہ معاشرہ کی اقتصادی سطح میں ضروری ہمواری پیدا ہو جائے۔ اور معاشی انصاف کا یہ متوازن تصور بھی اسلامی نظام کی ایک امتیازی خصوصیت ہے۔

اسلام کا معاشی نظریہ

مصنفہ محمد مظہر الدین صدیقی ایم۔ اے
قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

اسلام اور مسئلہ زمین

مصنفہ پروفیسر محمود احمد ایم۔ اے
قیمت تین روپے آٹھ آنے

ملنے کا پتہ

ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ ۲ کلب روڈ۔ لاہور